قضیة التقلید

تقلید کی شرعی حیثیت

مولانا محمد رحیم حقانی ایڈیشنل پرائیویٹ سیکرٹری وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد

"الحمد اللہ الذی ھدانا لمعرفة سبل الا جتھاد و التقلید و ار شدنا الی طریق اتباع الا ئمة و تائیدہ والصلوة والسلام علی من حبب الینا اقتداء المتبعین بعد اتباعہ ورضی الا ھتداء بھدی الرا سخین بعد الوقو ف علیہ واطلاعہ" قرآن و سنت میں تفقہ فی الدین اور اجتہاد فی الدین کی اہمیت، ضرورت اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود امت کے ہر فرد کا فقیہ و مجتہد اور علوم دینیہ کا جید عالم بننا عملاً ناممکن ہے۔ اس لئے کے سب کی صلاحیتیں بھی برابر نہیں ہوتی، سب کا شوق و ذوق بھی یکساں نہیں ہوتا اور جہاد و قتال زراعت و تجارت، صنعت و حرفت اور زندگی کی دوسری دینی و دنیوی سرگرمیاں بھی جاری رکھنی پڑتی ہیں۔ اسلام کا بنیادی علم حاصل کرنا تو ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضا ہے۔ اور اس کا حصول ضروری بھی ہے۔ مگر ہر شخص کا علم و فقاہت میں خود کفیل اور مستغنی ہونا ایک سراب ہے۔ جس کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بے علم شخص کا اپنے دین پر عمل کرنے کے لئے عالم دین کی طرف رجوع کرنا اور کم علم شخص کا اپنے سے زیادہ علم رکھنے والے سے استفادہ کرنا بلکہ ہر فن میں غیر ماہر کا اس فن کے ماہر پر اعتماد کرنا ایک ایسی زمینی اور معروضی حقیقت ہے۔ جس کا زبانی اقرار نہ کرنے والے بھی اپنے عمل سے اس کی ضرورت کا اعتراف کرتے ہیں۔ اس لئے کہ تعلیم و تعلم اور ہر مسلک کے اخلاف کا اپنے اسلاف کے علمی ورثہ سے استفادہ کرنا دور صحابہؓ سے لے کر آج تک تسلسل و تواتر اور تعامل کے ساتھ چلا آرہا ہے، اور آج بھی مدارس دینیہ، علم و تحقیق کے مراکز اور لائبریریوں و کتب خانوں میں آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن اس مسلمہ حقیقت کے باوجود قرآن و سنت کے نصوص سے اور خود ائمہ دین کے اپنے اقوال سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ائمہ اربعہ اور دوسرے علماء و فقہاء کا مقام واضعین دین اور شارعین دین کا نہیں ہے، بلکہ ان کا مقام صرف مبلغین دین اور معلمین دین کا ہے۔ یعنی ائمہ دین اور دوسرے فقہاء و مجتہدین احکام و قوانین بنانے والے نہیں ہیں۔ بلکہ صرف بتانے والے ہیں۔ اسلام میں یہ مقام کسی نسل، علاقے، گروہ اور فرقے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ اس کا سارا دارو مدار میرٹ اور اہلیت پر ہے۔ جو بھی تفقہ فی الدین اور تبحر فی العلم حاصل کرلے گا، امت اسے یہ مقام دے دیگی، بلکہ حالات خود بخود اسے اس مقام پر بیٹھا دیں گے۔ مگر اسلام تھیو کریسی، اتخاذ الارباب اور اتخاذ الانداد کی اجازت نہیں دیتا، کہ عالم و فقیہ کو تحلیل و تحریم کے کھلے اختیارات دے دیے جائیں اور اس کا فتوی و فیصلہ آیت قرآنی اور حدیث نبوی کے مقابلے میں بھی حجت اور واجب التعمیل قانون سمجھ لیا جائے۔ تھیو کریسی کا یہ تصور یہودیت اور نصرانیت میں تو ہے۔ مگر اسلام میں اس نوع کے شرک کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ کہ لا تغلو فی دینکم اپنے دین میں غلو نہ کرو اور حد سے آگے نہ بڑھو۔ یعنی دین کے کسی حکم کو اور دین کے کسی امام کو اپنے اصل مقام سے نہ بڑھاؤ اور نہ گھٹاؤ مگر افسوس

ہے، کہ آج تفرق وتحزب اورفرقہ ورانہ عصبیت کی وجہ سے کچھ لوگوں نے قولاً تو نہیں مگر عملاً ائمہ دین اور فقہاء و مجتہدین کو ارباب من دون اللہ کا درجہ دے دیا ہے۔اور کچھ لوگوں نے اپنے آپ کو ہر چیز میں خود کفیل اور مستغنی عن المجتہدین سمجھ کر ائمہ دین اور فقہاء دین سے بے نیازی کا وہ طریقہ اختیار کرلیا ہے۔ جو کسی طرح بھی قابل تحسین نہیں ہے۔قرآن کریم میں مسائل ونوازل اور نزاعات کا حکم معلوم کرنے کے لئے قرآن وسنت کی جانب رجوع کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔اور مجتہدین و مستنبطین کی طرف رجوع کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔اسی طرح اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم بھی دیا گیا ہے۔اور اولوالامر کی اطاعت کا حکم بھی دیا گیا ہے۔جن میں فقہاء دین بھی شامل ہیں۔اسی طرح قرآن وسنت میں علم دین اور تفقہ فی الدین حاصل کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔لیکن اہل علم سے پوچھنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ مجتہدین،اولوالامر اور اہل علم اللہ ورسول کے احکام کے مقابلے میں بھی واجب الاطاعت ہیں۔یہ تو خود مخلوق ہیں اور اللہ کے بندے ہیں معبود کیسے بن سکتے ہیں؟ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے۔کہ یہ اللہ کے احکام پہنچانے والے ہیں،سمجھانے والے ہیں،بتانے والے ہیں،اور رشد وہدایت کے وسائل ہیں۔یہی وہ تقلید واتباع ہے۔جس کے بغیر دین کا نظام چل ہی نہیں سکتا اور جس کے جواز ہی سے نہیں بلکہ ضرورت واہمیت سے انکار کرنا بھی ایک امر بدیہی اور معروضی وزمینی حقیقت سے انکار کرنا ہے۔میرے نزدیک مسئلہ تقلید کی یہی تنقیح وتحقیق ہے۔جس کا خلاصہ ان تمہیدی سطور میں بیان کردیا گیا ہے،لیکن چونکہ تفرق وتحزب اور فرقہ وارانہ عصبیت نے اس مسئلے کو الجھا دیا ہے۔اس لئے اس کے مختلف پہلوؤں کی تھوڑی سی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے۔اسی بناء پر میں تقلید کے ضروری مباحث کا ذکر کرونگا۔

☆تقلید کے لغوی معنی:۔

تقلید کے لغوی معنی ہیں۔گردن میں قلادہ ڈالنا اور قلادہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو گردن میں ڈالی جائے خواہ گلے کا ہار ہو یا تلوار کا پرتلہ ہو یا رسی ہو یا جوتا ہو یا کوئی دوسری چیز ہو،سورہ المائدہ کی آیت نمبر۲ میں ''القلائد'' کا لفظ ان جانوروں کے لئے استعمال ہوا ہے. جن کے گلے میں بطور نشانی کوئی ایسی چیز لٹکائی گئی ہو،جس سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ حرم مکہ میں ذبح کرنے کے لئے لے جائے جارہے ہیں۔یعنی یہ حرم کے لئے ہدیہ اور تحفہ ہیں۔بخاری ابواب الحج میں آیا ہے۔کہ قلد الهدى فا حرم يعنى رسول الله صلى عليه وسلم نے قربانی کے جانوروں کے گلے میں پٹہ ڈالا اور احرام باندھ لیا،اس لغوی معنے کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے لفظ تقلید کا اطلاق لغت میں اکثر پانچ (۵) معانی پر ہوتا ہے۔

۱۔دین میں دلیل معلوم کئے بغیر کسی کا اتباع کرنا۔۲۔والیوں اور افسروں کو کام سپرد کرنا۔

۳۔قربانی کے جانوروں کے گلے میں کوئی چیز لٹکانا۔۴۔عورت کے گلے میں ہار ڈالنا۔۵۔مرد کے گلے میں تلوار لٹکانا۔

عربی لغت کے مشہور ومعروف اور قدیم امام علامہ جوہری متوفی ۳۹۲ھ لکھتے ہیں۔"القلادہ التى فى العنق قلدت المراة فتقلدت هى ومنه التقليد فى الدين وتقليد الولاة الاعمال و تقليد البدنة ان يعلق فى عنقها شئى ليعلم انها هدى ويقال تقلدت اليسف وقال الشاعر۔يا ليت زوجك قد عدا متقلداً سيفاً و رمحاً اى حاملاً رمحا" (قلادہ ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے۔جو گلے

میں ڈالی گئے ہو جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے عورت کے گلے میں ہار ڈالا تو اس نے ہار گلے میں لٹکا دیا اسی بناء پر دین میں کسی کے اتباع کو بھی تقلید کہتے ہیں۔ والیوں کو کام اور ذمہ داریاں سپرد کرنے کو بھی تقلید کہتے ہیں۔ اور اونٹ کے گلے میں کوئی چیز لٹکانے کو بھی تقلید کہتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ حرم کا ہدیہ (قربانی) ہے کہا جاتا ہے کہ میں نے گلے میں تلوار لٹکا دی ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے کہ کاش تیرا شوہر کل اس حال میں سامنے آئے کہ اس نے گلے میں تلوار لٹکائی ہو اور ہاتھ میں نیزہ پکڑا ہوا ہو،) جوہری کی اس عبارت میں مذکورہ پانچوں معنے بیان ہوئے ہیں۔ مناصب عہدے ایک بوجھ ہوتا ہے۔ جو عمال و امراء قاضیوں اور دوسرے افسروں کے گلے میں ڈالا جاتا ہے، اس لئے ان ذمہ داریوں پر تقرر کو تقلید کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کسی حکم کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا بوجھ چونکہ اس عالم اور مفتی پر پڑتا ہے، جس کے علم پر اعتماد کر کے لوگوں نے دلیل معلوم کئے بغیر اس کے فیصلے اور فتویٰ پر عمل کیا ہو اور یہ بہت بڑا بوجھ اور ذمہ داری جسے وہ مفتی اٹھاتا ہے۔ اس لئے اس کے اتباع کو تقلید کہا جاتا ہے۔

☆ تقلید کے اصطلاحی معنے :۔

اصول فقہ کی کتابوں میں تقلید کی جو اصطلاحی اور فنی تعریف کی گئی ہے۔ چاروں فقہی مکاتب فکر کی مستند کتابوں، سے پہلے اس کے الفاظ بمعہ ترجمہ نقل کئے جاتے ہیں۔ اور آخر میں ان سب کا حاصل مفہوم بیان کیا جائے گا۔

۱۔ شافعیہ کے معروف فقیہ امام الحرمین الجوینی متوفی ۴۷۸ھ: ’’فقال قائلون التقلیدقبول قول الغیر من غیر حجة وقال قائلون التقلید ھو قبول قول الغیر وانت لا تدری من این یقوله۔ (ملحق البرھان للجوینی طبع دارالانصار قاھرہ ۱۴۰۰ھ کتاب اجتھاد، ج ۲ ص ۱۳۷۵) (بعض ائمہ نے کہا ہے۔ کہ تقلید اسے کہتے ہیں کہ کسی کی بات بغیر حجت کے قبول کر لی جائے اور بعض نے کہا ہے کہ تقلید کے معنے یہ ہیں۔ کہ کسی کی بات مان لی جائے حالانکہ تو جانتا نہ ہو کہ اس نے یہ بات کہاں سے لے کر کہا ہے)

۲۔ حنابلہ کے مستند فقیہ علامہ ابن قدامہ مقدسی متوفی ۶۲۰ھ: ’’وھو فی عرف الفقھاء قبول قول الغیر من غیر حجة‘‘ (روضة الناظرو جنة المناظر لابن قدامه بیروت ۱۹۸۱ ص ۲۰۵) (تقلید فقہاء کے عرف میں کسی کی بات بغیر حجت کے مان لینے کا نام ہے)

۳۔ حنفیہ کے مشہور اصولی علامہ محب اللہ بہاری متوفی ۱۱۱۹ھ اور مسلم الثبوت کے شارح علامہ عبدالعلی بحر العلوم متوفی ۱۲۲۵ھ: ’’التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجة‘‘ (مسلم الثبوت بمعہ فواتح الرحموت فی ذیل المستصفیٰ ج ۲ ص ۴۰۰)

(تقلید بغیر حجت کے کسی کے قول پر عمل کرنے کا نام ہے) مذکورہ تمام تعریفات سے تقلید کی جو فقہی اور فنی و اصطلاحی ماہیت و حقیقت ثابت ہوتی ہے اس کے اجزاء ترکیبی یہ ہیں:

(۱) جس کے قول کے مطابق عمل کیا جائے اس کا قول شرعاً دلیل نہ ہو۔

(۲) عمل کرنے والے کو قائل کے قول کی دلیل معلوم نہ ہو مگر قائل کو اپنے قول کی دلیل معلوم ہو۔

(۳) عمل کرنے والا قائل کے قول اور مفتی کے فتوے پر عمل اس اعتماد کی بنیاد پر کرتا ہے کہ اس نے شرعی دلائل سے شرعی حکم معلوم کر کے

مجھے بتایا ہے اپنے شخصی اور ذاتی پسند و ناپسند پر فتوی نہیں دیا اس لئے میں شرعی حکم پر عمل کر رہا ہوں کسی کی ذاتی رائے پر عمل نہیں کر رہا۔

☆ منصوص احکام کے خلاف کسی کی تقلید کرنا حرام ہے۔

جب کسی شخص کو کسی بھی مسئلے میں قرآن کی صریح الدلالۃ آیت یا رسول اللہ ﷺ کی صحیح الاسناد، صریح الدلالۃ اور غیر منسوخ حدیث سے شرعی حکم معلوم ہو جائے تو اس صورت میں کسی فقیہ و مجتہد یا کسی رئیس و امیر کی تقلید کرنا حرام ہے اس لئے کہ یہ اتخاذ الارباب من دون اللہ اور اتخاذ الانداد امن دون اللہ یعنی اللہ کے علاوہ کسی اور کو رب بنانا اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک بنانا ہے۔ جو شرک ہے اور حرام ہے اس لئے کہ تحلیل و تحریم کا حق اور حاکمیت و شارعیت کا مقام اللہ کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ اس کو تھیوکریسی اور پاپائیت کہتے ہیں جس میں یہود و نصاری مبتلا تھے۔ اسلام میں نہ پوپ کو رب بنانے کی اجازت ہے۔ اور نہ شہنشاہ کو رب کا درجہ دینے کی اجازت ہے۔ بلکہ قرآن تو اللہ ہی کی ربوبیت اور اس کی عبادت کی طرف اہل کتاب کو بلاتا ہے۔" قل یا اهل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبدالا اللّٰہ و لا یتحذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللّٰہ فان تولوا فقولوا اشھدو بانا مسلمون۔"

(آل عمران: ٦٤) (کہہ دو کہ اے کتاب والو! آ جاؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے یا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرینگے اور ہم میں سے کوئی بھی کسی دوسرے کو اپنا رب بنائے گا وہ اس دعوت سے روگردانی کریں تو تم کہو کہ تم گواہ رہو کہ ہم اس کو مانتے ہیں۔) رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے قیصر روم ہرقل کے نام جو دعوتی خط ارسال فرمایا تھا۔ اس میں اس آیت کا حوالہ بھی دیا گیا تھا۔ اہل کتاب نے چونکہ اپنے احبار و رھبان کو رب کا درجہ دیے دیا تھا۔ اس لئے ان کو بطور خاص دعوت دی گئی کہ ایک دوسرے کو رب نہ بناؤ سورہ توبہ میں ان کے اس شرک کا ذکر اس طرح ہوا ہے کہ: "اتخذوا احبار ھم ور ھبا نھم اربابا من دون اللّٰہ "(التوبہ:۳۱) (بنالیا ہے انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو اپنے لئے رب سوائے اللہ کے)

رب بنانے سے کیا مراد ہے؟۔ اس کا جواب خود رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے اس طرح دیا ہے کہ: "عن عدی بن حاتم قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فی عنقی صلیب من ذھب فقال یا عدی اطرح عنك ھذا الوثن و سمعته تقرأفی سورة براء ة اتخذوا احبارھم و رھبا نھم اربا با من دون اللہ قال اما انھم لم یکونو ا یعبد و نھم ولکنھم اذا احلوا ا استحلوہ و ا ذا حرمو ا علیھم ا حرموہ" (ترمذی کتاب التفسیر سورۃ براءۃ آیت ۳۱) (بنوطی قبیلے کے سردار اور حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی فرماتے ہیں۔ کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس اس حال میں آیا کہ میرے گلے میں سونے کا صلیب لٹک رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اے عدی اس بت کو گلے سے اتار لو۔ اس موقع پر میں نے آپ کو سورہ براۃ کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا کہ انہوں نے اپنے احباب و رھبان کو رب بنالیا تھا سوائے اللہ کے اور اس کی تفسیر میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ خوب سمجھ لو یہ لوگ ان کی پوجا نہیں کرتے تھے لیکن ان کے یہ علماء اور درویش جب کسی چیز کو حلال قرار دیتے تو وہ بھی اسے حلال سمجھ لیتے اور جب کسی چیز کو حرام ٹھہرا لیتے تو وہ بھی اسے حرام تسلیم کر لیتے) حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو متعدد طرق و اسانید کے ساتھ احمد بن حنبل، ابن جریر، ابن سعد، عبد بن حمید، ابن العندر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے بھی نقل کی

ہے۔(ابن کثیر سوۃ براءۃ آیت ۳۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کو تحلیل وتحریم اور وضع احکام کا غیر مشروط اختیار دینا اور اللہ ورسول کے فیصلے کے مقابلے میں اس کے فیصلے کو تسلیم کرنا اسے رب بنانا ہے۔اور شرک ہے۔خواہ وہ علماء ومشائخ ہوں یا ملوک وسلاطین ہوں اس نوع کے شرک کو اتخاذ الانداد من دون اللہ بھی کہا جاتا ہے۔جیسا کہ اللہ رب العالمین نے فرمایا ہے:۔"ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونھم کحب اللہ والذین آمنوا اشد حبا للہ"(البقرہ:۱۶۵) (اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے علاوہ دوسروں کو اس کا شریک بنالیا ہے۔کہ وہ ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں۔جیسی محبت اللہ سے رکھنی چاہئے مگر جو لوگ ایمان لائے ہیں،ان کے دلوں میں اللہ کی محبت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔

☆اجتہادی مسائل میں مجتہدین کا اتباع جائز ہے:۔

سوال یہ ہے۔کہ قیاسی واجتہادی مسائل میں یا نصوص متعارضہ کی تطبیق وتوجیہ میں مجتہدین اور محدثین کا اتباع کرنا اور ان کی تحقیقات پر اعتماد کرنا بھی جائز نہیں ہے؟۔اس سوال کا ہر ذی عقل اور قرآن وسنت کا ہر طالب علم یہی جواب دے گا۔کہ یہ تو جائز ہے۔اس لئے کہ بے علم یا کم علم لوگوں کے لئے فقہاء متخصصین یعنی خصوصی مہارت رکھنے والے ماہرین شریعت کا اتباع کرنا قرآن کریم سے ثابت ہے ،جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:"وما کان المؤمن لینفروا کافة فلولا نفر من کل فرقة منھم طائفة لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلم یحذرون "(التوبہ:۱۲۲) (اور مومنوں کو نہیں چاہئے کہ وہ سب کے سب نکل جائیں پس کیوں نہیں نکلتا ہر جماعت میں سے ایک گروہ تا کہ وہ دین کا گہرا علم حاصل کریں اور جب اپنی قوم کے پاس آئیں تو ان کو ڈرائیں یعنی خبردار کریں تا کہ وہ اللہ کی نافرمانی سے بچ جائیں۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تقسیم کار کا اصول بیان کیا ہے۔کہ کچھ لوگ دین میں فقاہت اور مہارت حاصل کریں۔اور کچھ لوگ جہاد اور دوسرے ضروری کاموں میں مصروف رہیں اور دینی احکام علماء دین سے معلوم کریں اگر اسلام میں علماء دین اور فقہاء اسلام کا اتباع جائز نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حکم دیتا کہ تم سب کے سب تفقہ فی الدین حاصل کرو اور تم میں سے ہر شخص اپنی تحقیق پر عمل کرے دوسروں کا اتباع نہ کرے لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تو ایسا حکم نہیں دیا اس لئے کہ اس میں حرج ہے اور یہ عملاً ممکن بھی نہیں ہے۔مجتہدین اور تحقیقی علم رکھنے والوں کی جانب رجوع کرنے کا حکم سورہ نساء میں بھی موجود ہے۔"واذا جاءھم امر من الامن اوالخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم ولو لا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطان الا قلیلا "(النساء آیت:۸۳) (اور جب آجاتی ہے ان کے پاس کوئی خبر امن کی یا خوف کی تو یہ لوگ اسے پھیلا دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اسے لوٹا دیتے رسول کے پاس یا اپنے اولوالامر (ذمہ داروں) کے پاس تو ان میں سے جو تحقیق کرنے والے ہوتے ہیں۔وہ اس خبر کی حقیقت کو جان لیتے۔اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم سب شیطان کے پیچھے چل پڑتے سوائے تھوڑے سے لوگوں کے) سیاق کلام سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت جنگ کی حالت میں سنی سنائی افواہیں پھیلانے کے بارے میں نازل ہوئی تھی لیکن قرآن کے الفاظ جس معاملے اور مسئلے پر بھی صادق آتے

ہوں وہ ان کے عموم میں شامل ہوتا ہے۔صحیح مسلم کی ایک روایت میں آیا ہے۔کہ یہ خبر پھیل گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کوطلاق دے

دی ہے۔حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر جب پوچھا کہ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟۔تو آپ نے فرمایا نہیں۔تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔کہ "واذا جاء ھم امر من الأمن او الخوف الایۃ"(صحیح مسلم کتاب الطلاق باب ان تخییر ہ امراتہ لایکون طلاقا) ظاہر ہے۔کہ طلاق کا تعلق جنگ سے نہیں ہے۔بلکہ یہ عائلی اور خانگی زندگی کا ایک مسئلہ ہے۔لیکن حضرت عمرؓ نے اس کو بھی آیت کا شان نزول قرار دیا ہے۔اس لئے کہ الفاظ کے عموم میں یہ بھی شامل ہے اس طرح تمام حل طلب اور تحقیق طلب مسائل میں ان کے ماہرین کی طرف رجوع کرنا اوران کی تحقیق پر اعتماد کرنا اس آیت کا مصداق بن سکتا ہے۔خواہ وہ مسائل انتظامی امور سے متعلق ہوں یا دینی ہدایات وتعلیمات سے متعلق ہوں۔مشہور حنفی فقیہ امام جصاص متوفی ۳۷۰ھ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: یہ آیت متعدد معانی پر مشتمل ہے۔ایک یہ کہ بعض واقعات کے احکام منصوص تو نہیں ہوتے لیکن نصوص ان پر دلالت کرتی ہیں۔دوسرا یہ کہ علماء ایسے واقعات کے احکام معلوم کرنے کے لیے اجتہاد کریں اوران کے منصوص نظائر پر قیاس کرکے ان کے احکام تک پہنچنے کی کوشش کریں اور تیسرا یہ کہ مسائل ونوازل کے احکام معلوم کرنے کے لئے عام آدمی پر علماء کی تقلید واجب ہے۔(احکام القرآن جصاص سورہ النساء جلد۲،ص۱۸۳) انہی تین باتوں کو امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے بھی اس آیت سے مستنبط کیا ہے۔(تفسیر کبیر از امام رازی طبع مصر ۱۹۳۸ء،ص۲۰۰،جلد۱۱النساء۳۸) شرعی احکام کو سمجھنے کے لئے علماء کی جانب رجوع کرنا فطرت اور شریعت دونوں کا تقاضا ہے۔جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حکم دیا ہے کہ:"وما ارسلنا من قبلك الارجالا نوحی الیھم فا سئلو ا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون"(النحل:۴۳،الانبیاء:۷)

(اور نہیں بھیجے تھے ہم نے تم سے پہلے مگر مرد ہی بھیجے تھے جن کے پاس ہم اپنی وحی بھیجا کرتے تھے۔اگر تم خود علم نہیں رکھتے تو اہل کتاب سے پوچھ لو۔) شان نزول اور سیاق کلام سے تو معلوم ہوتا ہے۔کہ یہ آیت منکرین نبوت کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو کہتے تھے کہ بشر کیسے رسول ہوسکتا ہے؟۔اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ پہلے بھی ہم نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انسانوں کو رسول بنا کر بھیجا اگر تم خود کتابوں کا علم نہیں رکھتے تو آسمانی کتابوں کا علم رکھنے والوں سے پوچھ لو وہ تم کو بتادیں گے کہ نبوت کی ذمہ داری اللہ نے پہلے بھی مردوں ہی کے سپرد کی تھی لیکن الفاظ کے عموم میں ہر قسم کے دینی مسئلے میں علماء سے پوچھنا اوران کا اتباع کرنا شامل ہے۔لاعلم یا کم علم آدمی کے لئے علماء دین کے اتباع اور تقلید کے جواز پر اسی عموم کی وجہ سے امام رازی،علامہ آمدی،علامہ آلوسی اور دوسرے علماء نے اس آیت کو دلیل قرار دیا ہے۔(تفسیر کبیر ص ٣٦ ـ ٣٧،النحل ٤٣،الا حکام فی اصول الا حکام از آمدی ص ٤٥٠،٤٥١ جلد ٣ـ ٤روح المعانی ص ١٤٨،جلد ١٤،النحل ٤٣) لاعلمی کا علاج اہل علم سے پوچھنا ہے۔جو شخص خود علم نہ رکھتا ہو اور اہل علم سے پوچھے بغیر فتویٰ دیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مذمت کی ہے۔جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر پر نکلے تھے

دوران سفر ہم میں سے ایک شخص کو پتھر کی چوٹ لگ گئی اور سر پر زخم پڑ گیا۔ اتفاقاً اسے احتلام ہو گیا۔ اور اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا میرے لئے تیمّم کرنے کی رخصت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں ہم کو تیرے لئے رخصت معلوم نہیں ہے۔ اس لئے کہ تو پانی کے استعمال پر قدرت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس نے غسل کیا اور مر گیا۔ جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے اور یہ خبر آپ کو پہنچی تو فرمایا: "قتلوه قتلهم الله الا سألوا اذلم يعلموا فانما شفاء العي السوال وفي رواية ابن عباس الم يكن شفاء العي السؤال' (سنن ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب اذا خاف الجنب البرد لم یغتسل) (اللہ ان کو تباہ کرے انہوں نے اسے قتل کیا ہے۔ انہوں اہل علم سے پوچھا کیوں نہیں تھا جب کہ یہ علم نہیں رکھتے تھے بے شک علم کی کمزوری کا علاج علماء سے پوچھنا ہے۔ ابن عباس کی روایت میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کیا علم کی کمزوری کا علاج سوال نہیں ہے۔) ان صحابہ کو یہ مسئلہ معلوم تھا کہ جب پانی موجود نہ ہو یا انسان اس کے استعمال پر قادر نہ ہو تو تیمّم جائز ہے۔ لیکن اگر انسان زخمی ہو جائے اور غسل کرنے کی وجہ سے زخم کے بگڑنے یا انسان کے مرنے کا خطرہ ہو تو کیا اس صورت میں بھی تیمم جائز ہے۔؟ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔ جس کا تعلق فلم تجدوا ماء کی تاویل سے ہے کہ کیا مجروح و معذور کے لئے پانی موجود ہونا نہ ہونے کا حکم رکھتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب تو رسول ﷺ نے بعد میں دے دیا تھا کہ مجروح کے لئے تیمم جائز ہی اس لئے کہ اس کے لئے پانی کا وجود، عدم وجود کا حکم رکھتا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو حادثے کے وقت ان کے پاس موجود نہ تھے اس لئے ان کو چاہئے تھا کہ اس صورت حال کے بارے میں کسی صاحب علم سے پوچھ کر فتویٰ دیتے اور اس پر عمل کرتے چونکہ انہوں نے فتویٰ دینے میں غلطی کی تھی اس لئے مرنے والے کی دیت تو ان پر عائد نہیں کی لیکن ان کے بارے میں زجر و توبیخ کے الفاظ استعمال کئے تاکہ لوگ علم کے بغیر فتویٰ دینے سے باز آجائیں۔ امام خطابی نے معالم السنن میں لکھا ہے کہ في هذا الحديث من العلم انه عابهم بالفتوى بغير علم والحق بهم الوعيد بان دعا عليهم و جعلهم في الاثم قتلة له۔ (معالم السنن طبع دار العلم بیروت، ۱۹۹۶ء ص ۸۹، جلد ۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر علم کے فتوی دینا جائز نہیں ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اعتراض کیا، ان کو وعید سنائی، ان کے لئے بددعائی کی اور گناہ گار ہونے میں ان کو قاتل قرار دیا۔'' اس حدیث میں ایک شرعی ضابطہ بیان ہوا ہے۔ کہ لاعلم لوگوں کو اہل علم سے پوچھنا چاہئے اور ان کے جواب پر عمل کرنا چاہئے جس طرح کہ آیت کا نزول ایک خاص مسئلے کے بارے میں ہوا تھا لیکن اس کے عموم میں دوسرے مسائل و نوازل بھی شامل ہیں اسی طرح حدیث کے یہ الفاظ کہ انما شفاء العی السوال اگر چہ ایک خاص مسئلے کے بارے میں وارد ہوئے ہیں۔ لیکن ان کے عموم میں دوسرے مسائل بھی شامل ہیں۔ اس آیت اور حدیث پر عمل کرتے ہوئے صحابہ کرام ایک دوسرے سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ اہل علم صحابہ فتویٰ دیا کرتے تھے اور عام صحابہ ان کے فتوے پر عمل کرتے تھے، صحابہ کا یہ تعامل بھی اس بات کی دلیل ہے کہ لاعلم یا کم علم احکام شرعیہ معلوم کرنے کے لئے اہل علم کی طرف رجوع کریں گے اور ان کا اتباع کریں گے۔ اگر ہم صحابہ کرام کے تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں تاریخ میں صحابہ کرام کی کثیر تعداد ایسی ملے گی جنہوں نے فتویٰ دیے ہیں۔ اور باقی صحابہ کرام نے ان کی تقلید کی ہے۔ ان صحابہ کرام میں مشہور صحابہ درجہ ذیل

ہیں۔عمر بن الخطاب، علی ابن ابی طالب عبداللہ بن مسعود، عائشہؓ، زید بن ثابت عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ بن عمرؓ۔

☆ **کیا کسی خاص فقہی مسلک کا التزام ضروری ہے؟**۔اس سوال پر جب ہم شرعی دلائل کی روشنی میں غور کرتے ہیں۔تو اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ انبیاء کے علاوہ کسی بڑے سے بڑے شخص کا یہ مقام نہیں ہے کہ کسی بھی مسئلے میں اور کسی بھی حالت میں اس کی رائے سے اختلاف کرنا شرعاً حرام ہو۔یہ مقام اللہ اور اللہ کے رسول کے علاوہ کسی کا نہیں ہے۔ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اعلم کا کم علم کے لئے فقہاء دین اور علماء دین کا اتباع ضروری ہے لیکن کسی متعین فقہی مذہب کے التزام پر نہ کوئی آیت موجود ہے نہ کوئی حدیث موجود ہے۔نہ صحابہ کا اجماع موجود ہے، نہ کوئی عقلی دلیل موجود ہے۔اور نہ کوئی ائمہ اربعہ نے اسے لازم قرار دیا ہے۔ائمہ اربعہ میں امام ابوحنیفہ کا مقام بلند ہے۔اس لئے کہ وہ تابعی تھے اور تابعی کا درجہ غیر تابعی سے افضل ہے اس کے علاوہ وہ فقاہت اور اجتہادی فہم وفراست میں بھی دوسروں سے ممتاز تھے لیکن ضروری نہیں ہے کہ افضل کی رائے ہمیشہ صحیح ہو اور مفضول کی رائے ہمیشہ غلط ہو، **المجتهد یخطئی و یصیب** شرعی قاعدے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ امکان اس کا بھی ہے کہ بڑے درجے کے فقیہ کی رائے کسی مسئلے میں غلط ہو اور چھوٹے درجے کے فقیہ کی رائے اس میں صحیح ہو، رب مبلغ اوعی له من سامع یعنی بعض اوقات وہ شخص جسے دوسرے نے حدیث پہنچائی ہو خود سننے والے سے زیادہ حفظ اور علم و فہم رکھنے والا ہوتا ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ غیر صحابی کسی معاملے میں زیادہ فہم رکھتا ہو۔اگر چہ فضیلت میں ہر صحابی پوری امت سے بھی افضل ہے جب اس حدیث سے اس کا امکان ثابت ہوتا ہے۔تو اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ممکن ہے بعض مسائل میں غیر تابعی کا اجتہاد مصیب ہو اور تابعی کا اجتہاد خطاء ہو۔اس دلیل کی بناء پر محققین فقہاء نے لکھا ہے۔اور جمہور کی تحقیق بھی یہی ہے کہ کم درجے کے فقیہ یعنی مفضول کی تقلید جائز ہے اگر چہ اعلی درجے کا فقیہ یعنی افضل موجود ہو۔علامہ ابن عابدین شامی نے تحریر الاصول اور اس کی شرح کے حوالے سے لکھا ہے کہ: پھر اس بات کو سمجھ لو کہ ابن الھمام کی تحریر الاصول اور امیر الحاج کی شرح دونوں میں ذکر ہوا ہے۔کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کی تقلید جائز ہے۔حنفیہ، مالکیہ، اکثر حنابلہ اور شافعیہ کا مسلک یہی ہے۔لیکن امام احمد کی ایک روایت اور بہت سے (اکثر نہیں) فقہاء کا قول یہ ہے۔کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔اس کے بعد ابن الھمام نے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی نے معین مذہب کی پیروی اپنے اوپر لازم کر دی ہو مثلاً ابوحنیفہ کی یا شافعیؒ کی تو بعض کہتے ہیں کہ یہ لازم ہو جائے گی اور بعض نے کہا ہے کہ لازم نہیں ہوتی اور یہ قول صحیح ترین قول ہے۔'' (ردالمختار حاشیہ درمختار ص جلد ا، ص ۴۵ طبع سعادت ۱۳۲۴ھ) حاصل مفہوم اصل عبارت کے لئے ملاحظہ کیجئے التقریر والتحبیر فی علم الاصول شرح تحریر الاصول طبع دار الفکر بیروت ۱۹۹۶ء ص ۴۶۵، جلد ۳)

☆ **مذہب کی تبدیلی:۔**

فقہی مذہب کی تبدیلی کے مسئلے پر متاخرین حنفیہ میں سے علامہ شرنبلالی کی تحقیق بڑی واضح ہے ابن عابدین شامی نے ان کی کتاب عقد

الفرید کے حوالے سے ان کی رائے اس طرح نقل فرمائی ہے۔''علامہ شرنبلالی نے حنفی مذہب کے کچھ فروعی مسائل ذکر کئے ہیں۔ جو ایک مسلک سے دوسرے مسلک کو منتقل ہونے کے جواز پر صراحتا دلالت کرتے ہیں اور اس مسئلے پر طویل کلام کے بعد فرمایا کہ مذہب کا التزام واجب بعض مسائل میں دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ وہ دوسرے مذہب کی تمام شروط کو ملحوظ رکھتا ہو، تیسری حقیقت یہ واضح ہوتی ہے۔ کہ دو مذاہب کے متضاد حکموں پر عمل کرسکتا ہے۔ (یعنی ایک واقعے میں ایک مذہب پر اور دوسرے واقعے میں دوسرے مذہب پر عمل کرسکتا ہے) چوتھی یہ کہ انسان ایک امام کی تقلید میں کئے گئے اپنے عمل کو دوسرے امام کی تقلید کی وجہ سے باطل اور کالعدم قرار نہیں دے سکتا (مثلاً حنفی طریقے کے مطابق ادا نماز کو دوبارہ شافعی مسلک کے مطابق پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ ایک نماز حنفی طریقے پر پڑھنا اور دوسری نماز شافعی کے طریقے پر پڑھنے کی اجازت ہے۔) اس لئے کہ جس طرح قاضی کا فیصلہ نافذ ہوجانے کے بعد فسخ نہیں ہوسکتا، (بشرطیکہ اجماع یا نص قطعی کے خلاف نہ ہو) اسی طرح کسی مذہب کے مطابق ادا کردہ عمل بھی باطل قرار نہیں دیا جاسکتا (بشرطیکہ دونوں کے خلاف نہ ہو یعنی تلفیق کی صورت نہ ہو، علامہ شرنبلالی نے پانچویں بات کہی ہے کہ ایک مذہب کے مطابق عمل کرنے کے بعد بھی دوسرے امام کے مذہب کی تقلید کی جاسکتی ہے مثلاً ایک شخص نے اپنے مذہب کے مطابق صحیح نماز پڑھی لیکن بعد میں ایسی صورت سامنے آگئی جس کے اعتبار سے اس کے اپنے مذہب میں تو یہ نماز باطل قرار پاتی ہے لیکن دوسرے امام کے مذہب میں یہ نماز صحیح ہے، تو اس کے لئے جائز ہے کہ دوسرے امام کی تقلید میں اپنی اس نماز کو صحیح سمجھ لے اور اس کا اعادہ نہ کرے جیسا کہ فتاوی بزازیہ میں روایت نقل ہوئی ہے امام ابو یوسف نے ایک روز حمام میں غسل کرکے جمعہ کی نماز پڑھی بعد میں ان کو بتایا گیا کہ اس حمام کے کنویں میں تو مردہ چوہا پڑا ہوا تھا اس پر آپ نے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ہم اپنے مدنی بھائیوں کے قول پر عمل کرلیتے ہیں۔ کہ پانی جب دو مٹکوں کے برابر ہو تو پھر ناپاک نہیں ہوتا۔ (جب تک کہ اس میں نجاست کی بد بو یا رنگ یا ذائقہ ظاہر نہ ہوجائے'' (ردالمحتار حاشیہ درمختار ص ۷۰ جلد ۱) مذکورہ دلائل اور اقوال سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دلیل کی قوت یا شرعی مصلحت اور ضرورت کی بناء پر ایک امام کی رائے چھوڑ کر دوسرے امام کی رائے پر عمل کرنا یا فتویٰ دینا جائز ہے انہی دلائل و اقوال کی بناء پر مفقود الخبر یعنی لاپتہ شوہر کی بیوی کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانویؒ نے مالکیہ کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے اور دیوبند، سہارنپور اور تھانہ بھون کے اکابر علماء نے اس کی تائید کی (حیلہ ناجزہ طبع دارالاشاعت کراچی ص ۵۹ تا ۸۳)

☆ تلہی اور ہوائے نفس کے لئے مسلک کی تبدیلی جائز نہیں ہے:۔

فقہ حنفی کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ کہ: "من ارتحل الی مذهب الشافعي يعزر" (فتاوی تاتارخانیہ طبع ادارۃ القرآن کراچی ۱۹۹۰ء کتاب الحدود فصل ثامن ص ۱۴۴، جلد ۵، و درمختار شرح تنویر الابصار باب التحریر بر حاشیہ ردالمختار ص ۲۶۳ جلد ۳) جو شخص حنفی مسلک سے شافعی مسلک کی جانب منتقل ہوگیا ہو تو اسے سزا دی جائے گی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب کسی متعین مسلک کا التزام لازم نہیں ہے تو، کسی مسئلے میں شافعی مسلک اختیار کرنے والا شخص تعزیر کا مستحق کیوں ہے۔ جب کہ تعزیر تو گناہ کے ارتکاب پر دی جاتی ہیں؟ اس کا جواب یہ

ہے کہ جوشخص اپنی نفسانی خواہش اور ذاتی غرض پوری کرنے کے لئے اپنا فقہی مسلک تبدیل کرتا ہے تو اسے تلہی وتشہی اور اتباع ہوی کہا جاتا ہے۔ جو ظاہر ہے کہ گناہ ہی میں شمار ہوتا ہے۔ مسلک کی تبدیلی کو موجب تعزیر جرم کہنے والوں کا مقصد یہی ہے۔ علامہ عالم بن العلاء متوفی ۷۸۶ھ نے مشہور حنفی فقیہ امام ابو بکر جوز جانی کے حوالے سے فتاوی تاتارخانیہ میں یہی توجیہ نقل کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:۔ نقل ہوا ہے کہ ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے اہل حدیث کے ایک شخص سے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا اس نے کہا کہ اگر تو حنفی مذہب چھوڑ کر اہل حدیث کا مذہب اختیار کرتا ہے اور قراءت خلف الامام اور رفع الیدین شروع کرتا ہے تو میں تم کو اپنی بیٹی کا رشتہ دے دونگا، ورنہ نہیں۔ اس نے یہ شرط مان لی اور نکاح ہو گیا۔ ایک مجلس میں اس واقعے کے بارے میں جب امام ابو بکر جوز جانی سے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے سر نیچے کر کے تھوڑی دیر کے لئے سوچا اور پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ النکاح جائز ولکن اخاف علی ھذا الرجل ان یذھب ایما نه وقت النزع نکاح تو صحیح ہے لیکن مجھے خطرہ ہے اس کا ایمان چلا جائے گا کہا گیا کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ اس نے اپنا مسلک جو اس کے نزدیک حق تھا چھوڑ کر ایک بدبودار چیز کے حصول کے لئے وہ مسلک اختیار کیا ہے۔ جو اس کے نزدیک حق نہیں ہے تو کیا اپنے مسلک کے استخفاف وتوہین پر جو اس کے نزدیک حق ہے اس کے ایمان کے چلے جانے کا خطرہ نہیں ہے؟ اس کے بعد امام جوز جانی نے فرمایا کہ جو شخص اجتہادی بصیرت رکھتا ہے وہ اگر قرآن وسنت یا دوسرے شرعی دلائل کی بنا پر بعض مسائل میں اپنا مسلک چھوڑ کر دوسرا فقہی مسلک اختیار کرتا ہے تو اس پر وہ مذمت وملامت کے قابل نہیں ہے بلکہ مدح وتعریف اور اجر کا مستحق ہے اس لئے کہ اس نے ہوائے نفس کا اتباع نہیں کیا بلکہ اپنے نزدیک حق کا اتباع کیا ہے۔ لیکن جو شخص اجتہادی بصیرت نہیں رکھتا اور دلیل کی بنیاد پر نہیں بلکہ نفسانی خواہش اور دنیوی غرض کے لئے ایک مسلک کو چھوڑ کر دوسرا مسلک اختیار کرتا ہے تو یہ مذمت کے قابل ہے گناہ کا مرتکب ہے اور تادیب وتعزیر کا مستحق ہے۔ (فتاوی تاتارخانیہ طبع مذکورہ ص۱۴۵ جلد ۵) علامہ ابن عابدین شامی ارتحل الی مذھب الشافعی یعزر کے حاشیے میں لکھتے ہیں: "أی اذا کان ارتحاله لالغرض محمود شرعا" (یعنی تعزیر کا مستحق اس وقت ہے جب کہ اس کا شافعیؒ مذہب میں منتقل ہونا کسی اچھے شرعی مقصد کے لئے نہ ہو) اس کے بعد علامہ شامیؒ نے تاتارخانیہ کی عبارت نقل کی ہے۔ اور ابن الھمام وابن امیر الحاج کی عبارات بھی نقل کی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونا ناجائز ہے۔ تقریباً ایک صفحے پر ان تینوں کی طویل عبارات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:۔ میں نے اس بارے میں طویل بحث اس لئے کی ہے۔ کہ لاعلم لوگ کتابوں میں لکھی ہوئی بعض عبارات سے دھوکے میں نہ پڑ جائیں اور ان کو ائمہ مجتہدین کی تحقیر وتنقیص پر محمول نہ کر لیں اس لئے کہ علماء سے یہ بہت ہی بعید ہے کہ وہ ان عبارات سے امام شافعی کے مذہب کی توہین وتحقیر کا ارادہ کریں بلکہ انہوں نے مسلک کی تبدیلی کی مخالفت کے بارے میں اپنے الفاظ کو مطلق اس لئے ذکر کیا ہے کہ انہیں اندیشہ تھا کہ لوگ مجتہدین کے مذہب سے کھیلنا شروع کر دیں گے۔ (اور تلہی وتشہی کے طور پر ادھر ادھر آنا جانا شروع کر دیں گے) اللہ تعالی ہم کو مجتہدین سے نفع حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری موت اس حال میں آئے کہ ہمارے دلوں میں ان کی محبت ہو، (ردالمحتار ص ۲۶۳ جلد ۳ باب التعزیر)

☆تلفیق اور تتبع رخص:۔

اب میں ایک مختصر سی بحث تلفیق اور تتبع رخص پر کرتا ہو۔ کیونکہ بہت سے لاعلم لوگ بیک وقت ایک سے زیادہ مذاہب پر عمل کرتے اور ان کا عمل ازروئے شریعت باطل ہوتا ہے۔ تلفیق لفق سے ہے۔ اور لفق کا معنی کپڑوں کے دوسروں کو ملا کر سینے کا ہے۔ یعنی دو الگ الگ چیزوں کو ملانا اور جوڑنا اور دونوں کو ایک دوسرے سے ملا کر ایک نئی شکل دینا۔

☆تلفیق کے اصطلاحی معنی:۔

فقہاء کی اصطلاح میں تلفیق کے معنی یہ ہیں کہ ایک ہی عمل میں بیک وقت مختلف اجتہادی مذہب کو جمع کر کے ایسی مرکب صورت بنائی جائے جو کسی کے نزدیک بھی جائز نہ ہو۔ تلفیق کی یہ تعریف چونکہ میں نے فقہاء کی بیان کردہ مثالوں سے اخذ کی ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ اس کی چند مثالیں پیش کردی جائیں۔ تا کہ اس کا حکم معلوم کرنے میں آسانی ہو۔ ایک شخص سے جبراً طلاق لی گئی تھی تو اس نے حنفی مسلک کی تقلید کرتے ہوئے مطلقہ کی عدت کے بعد اس کی بہن سے نکاح کرلیا اس کے بعد اس کو کسی شافعی مفتی نے فتویٰ دیا کہ تمہاری بیوی کا نکاح تو ٹوٹا ہی نہیں ہے اس لئے کہ جبری طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اب اگر یہ شافعیہ کی تقلید میں مطلقہ بیوی سے بھی مجامعت کرتا ہے اس لئے کہ ان کہ نزدیک طلاق واقع نہیں ہوئی اور حسب سابق اس کی منکوحہ ہے اور حنفیہ کی تقلید میں مطلقہ بیوی کی بہن سے بھی مجامعت کرتا ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک اس کے ساتھ نکاح صحیح ہے کیونکہ پہلی بیوی کی طلاق واقع ہوگئی تھی اور اس کا نکاح ختم ہو گیا تھا تو یہ تلفیق کی وہ صورت ہے جو کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ (ردالمحتار حاشیہ درمختار ص ۹۶ جلد ۱) طلاق مکرہ کے ایک ہی مسئلے میں یہ بیک وقت شافعیہ اور حنفیہ دونوں کی تقلید کرتا ہے اور اس حیلے کے ذریعے بیک۔ وقت دونوں بہنوں کو منکوحہ بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔ مگر حقیقت میں یہ نہ امام شافعی کی تقلید کرتا ہے اور نہ امام ابوحنیفہ کی تقلید کرتا ہے۔ بلکہ اپنے نفس کی تقلید کرتا ہے اور اس کا امام نفس وھوی ہے اعاذنا اللہ منھما آمین ۔۲۔ دوسری مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے امام ابوحنیفہ کی تقلید کرتے ہوئے ایک عورت کے ساتھ اس کی وارث کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیا اس کے بعد اسے تین طلاقیں دے دیں تو حنیفہ کے نزدیک یہ تین طلاقیں واقع ہوگیئں اس لئے کہ جب نکاح صحیح تھا تو طلاق بھی صحیح ہوگئی اور اس کے ساتھ اب حلالہ کے بغیر نکاح بھی نہیں ہوسکتا لیکن اس نے امام شافعیؒ کی تقلید کرتے ہوئے اس مطلقہ کے ساتھ نکاح کرلیا اس لئے کہ ان کے نزدیک وارث کے بغیر نکاح ہوا ہی نہیں تھا۔ تو طلاق کیسے واقع ہوسکتی ہے؟۔ اور جب عدم نکاح کی وجہ سے تین طلاقیں واقع نہیں ہوتیں تو حلالہ کے بغیر اس کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے۔ یہ تلفیق کی صورت میں ہے۔ اس لئے کہ ایک ہی عورت کے ساتھ نکاح کرنے میں اس نے امام ابوحنیفہؒ کی تقلید بھی کی ہے۔ اور امام شافعیؒ کی تقلید بھی کی ہے۔ (اصول الفقہ الاسلامی از ڈاکٹر وھبہ الزحیلی ص ۱۵۰، جلد ۶) اس قسم کی اور بھی متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہے، لیکن تلفیق کو سمجھنے کے لئے یہ بھی کافی ہیں۔

علامہ حصکفی تلفیق کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ: "ان الحکم الملفق باطل بالا جماع" (ردالمحتار حاشیہ درمختار ص

۶۹،جلد ۱) (دو یا دو سے زائد مذاہب کو ملا کر کوئی فیصلہ کرنا یا عمل کرنا بالا جماع باطل ہے) اس بطلان اور عدم جواز کی وجہ یہ ہے۔ کہ تلفیق کی وجہ سے جو مرکب صورت بنتی ہے وہ کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ دین و مذہب کے ساتھ کھیلنا ہے۔ اور ہوائے نفس کا اتباع ہے ورتلاعب بالمذاہب کو کون جائز کہہ سکتا ہے؟۔

☆تتبع رخص:۔

تتبع کے معنی ہیں تلاش کرنا اور ڈھونڈنا اور رخص کے معنی ہیں سہولتیں اور آسانیاں تو تتبع رخص کے معنی ہوئے آسانیاں اور سہولتیں تلاش کرنا۔ اصولیین کی اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ اجتہادی مسائل میں اور مجتہدین کی آراء میں جو مسئلہ اور جو رائے آسان اور سہل ہو اسے تلاش کیا جائے اور اسی پر عمل کیا جائے اگرچہ عمل کرنے والے کے نزدیک دوسری رائے راجح اور قوی ہو اور اس قوی رائے کو چھوڑنے کی کوئی ضرورت بھی نہ ہو سوال یہ ہے۔ کہ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟۔ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے جب میں نے چاروں فقہی مذاہب کے اصولین کی کتابوں کی جانب رجوع کیا اور ان کے دلائل پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ جمہور کی تحقیق یہ ہے۔ کہ بغیر ضرورت اور مصلحت کے صرف نسبتاً مشکل ہونے کی وجہ اپنے مسلک راجح کو چھوڑنا اور آسان آسان مسائل تلاش کرنے کیلئے ادھر ادھر گھومتے رہنا جائز نہیں ہے میری رائے میں جمہور کا مسلک دلیل کے اعتبار سے قوی بھی ہے اور عوام کی تلہی تشہی سے بچانے کے لئے احوط بھی ہے۔ لیکن بعض اصولیین کے نزدیک تتبع رخص جائز ہے۔ حنیفہ کے مشہور فقہیہ ابن الہمام، ان کے شاگرد ابن امیر الحاج اور مسلم الثبوت کے مصنف علامہ محب اللہ بہاری کی رائے یہی ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے آسان حکم پسند کرتے تھے لہٰذا اجتہادی وقیاسی مسائل میں بھی آسانیوں اور سہولتوں کی تلاش جائز ہے۔ (التقریر و التحریر لا بن الھمام بمعه شرحه ج ۳ س ۴۶۹ و فتح القدیر ص ۲۵۸ ،جلد ۷) لیکن دونو صورتوں میں بنیادی فرق۔ ہے اور وہ یہ کہ جو آسانیاں۔ سہولیتں اور رخصتیں منصوص ہیں اور آیات واحادیث سے ثابت ہیں ان کو نا جائز کہنا اور اپنی طرف سے ان کو مشکل بنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات وتعلیمات کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میرا دین آسان ہے۔ اور اس کو مشکل نہ بناؤ "لا تشددوا علی انفسکم یسرا و لا تعسرا کان صلی الله علیه و و سلم یحب ماخفف عنهم" اور اس قسم کی دوسری نصوص کا مطلب یہ ہے۔ کہ آسان دین کو مشکل نہ بناؤ۔ جو کام نفل اور مستحب ہو اسے لوگوں پر واجب اور فرض نہ بناؤ اور جو چیز مکروہ تنزیہی اور خلاف اولی ہو اسے لوگوں پر مکروہ تحریمی اور حرام نہ ٹھہراؤ اسی طرح نفلی عبادات اور نفلی صدقات میں اعتدال کی عادت بناؤ اپنے اوپر اتنا زیادہ بوجھ نہ ڈالو کہ اسے جاری نہ رکھ سکو اس لئے کہ بہترین عمل وہ ہوتا ہے۔ جسے ہمیشہ جاری رکھا جا سکے۔ اگرچہ تھوڑا ہو، یعنی دین اسلام افراط وتفریط سے خالی ہے اور اعتدال پر مبنی ہے، نہ اتنا زیادہ اسان ہے کہ اس کا بوجھ محسوس ہی نہ ہو اس لئے کہ مکلف بنانے کے معنے ہی یہ ہیں کہ اللہ نے اپنے بندوں پر عبادت واطاعت کا بوجھ ڈالا ہے۔ اور نہ اتنا زیادہ مشکل ہے۔ اس کا بوجھ جو اٹھایا ہی نہ

جاسکے لہٰذا اپنی طرف دین کو آسان بنانا بھی جائز نہیں ہے اور اپنی طرف سے مشکل بنانا بھی جائز نہیں بلکہ جیسا ہے اس طرح بحال رکھا جائے۔ مگر اجتہادی مسائل کی نوعیت جدا ہے۔ ان کی بنیاد ظن غالب پر ہے۔ اس لئے کہ غیر منصوص مسائل میں یقین جازم اور قطعیت تک پہنچنا تو مشکل ہے۔ تو جب کسی مفتی اور عالم کو کسی فقیہ کی رائے کے راجح اور قوی ہونے کا ظن غالب حاصل ہو گیا اور دوسرے فقیہ کی رائے مرجوح اور کمزور ہونے کا گمان غالب حاصل ہو وہ یا تو بغیر کسی ضرورت کے مرجوح اور کمزور رائے کو اختیار کرنا کس بنیاد پر جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟ یہاں پر آسان اور مشکل کی بات نہیں ہے۔ بلکہ راجح و مرجوح اور قوی وضعیف کی بات ہے۔ تو صرف آسانی اور سہولت کے لئے بغیر ضرورت کے قوی و راجح کو ترک کر کے ضعیف اور مرجوح بات کو اختیار کرنا تلہی وتشہی اور اتباع نہیں ہے۔ تو اور کیا چیز ہے۔؟۔ اسی طرح ایک عام آدمی جب پہلے ایک امام کا مقلد تھا اور مختلف وجوہات سے وہ اس امام کو افضل واعلم سمجھتا تھا۔ اور اس کے مسلک کو راجح قرار دیتا تھا۔ مگر پھر بغیر کسی ضرورت کے محض آسانی کے لئے مسلک راجح کو چھوڑ کر مسلک مرجوح کو اختیار کرتا ہے تو اس کی وجہ بھی سوائے اتباع ھوں کے اور کچھ نہیں ہے۔ اجتہادی مسائل میں قول راجح پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ الا یہ کہ دوسرے قول کا راجح ہونا واضح ہو جائے یا اس پر عمل کرنے کی ضرورت اور مصلحت سامنے آجائے علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں: "وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل و خرق للا جماع" (مرجوح قول پر فیصلہ کرنا اور فتوی دینا جہالت ہے۔ اور اجماع کو پھاڑنا ہے۔) تقلید کی شرعی حیثیت کے حوالے سے یہ چند سطور پیش کئے گئے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تقلید ایک شرعی حقیقت ہے۔ علماء مجتہدین نے شرعی احکام کی وضاحت کی ہیں اور اپنے طرف سے کوئی نیا مذہب اور دین نہیں بنایا ہے۔ اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لاعلم شخص کے لئے صاحب علم یعنی مجتہدین کی تقلید کرنا واجب جبکہ علماء اور مجتہدین کے لئے تقلید کرنا جائز ہے، ساتھ ہی یہ بھی واضح ہے کہ اپنے خواہشات کے خاطر مذہب کو تبدیل کرنا ناجائز ہے۔ یہ بھی ملحوظ ہو کہ تلفیق اور تتبع رخص بھی جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

عصر حاضر کے اہم اور جدید مسائل پر فقہی بحث اور تحقیق

کیلئے منعقدہ سیمینار کی رپورٹ

روئیداد اسلام آباد فقہی سیمینار

بعنوان: اسلام کا مالیاتی نظام

زیر نگرانی: مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمی (ایم این اے)

نوٹ: چھ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر روئیداد مفت حاصل کریں

پتہ: جامعۃ المرکز الاسلامی بنوں پاکستان

ڈیرہ روڈ پوسٹ بکس نمبر 33 فون: (0928)331353 فیکس: 331355

ای میل: almarkazulislami@maktoob.com